قصہ
ایک کنوارے کا



ابنِ انشا



ابنِ انشا

قصہ ایک کنوارے کا

ایک جرمن قصے کا اُردو رُوپ



نیا ادب



ولہلم بُش

(۱۸۳۲—۱۹۰۸ء)



'ADVENTURES OF A BACHELOR'

by Wilhelm Busch

(1832-1908)

German original title:

"ABENTEUER EINES JUNGGESELLEN"

تذکرہ

ولہلم بُش جرمنی کا نہایت نامور اور ہر دلعزیز کارٹونسٹ ہے اور یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ اس سے بڑا کارٹونسٹ جرمنی میں پیدا نہیں ہوا۔

وہ جرمنی کے صوبے 'لوئر سیکسینی' کے ایک گاؤں کا رہنے والا تھا۔ اس کی زندگی زیادہ تر اسی دیہاتی فضا میں گزری یا فرینکفرٹ میں، جو گوئٹے کا وطن ہونے کی وجہ سے مشہور ہے اور جو اپنی ادبی اور ثقافتی سرگرمیوں کی وجہ سے اس وقت بھی ایک نمایاں حیثیت رکھتا تھا اور آج بھی نمایاں ہے۔

بُش ۱۸۳۲ء میں پیدا ہوا جو گوئٹے کی وفات کا سال ہے خود اس نے ۱۹۰۸ء میں انتقال کیا۔ اس کی آرزو تھی کہ وہ ایک بڑا مصور بنے مگر اسے گوئٹے کی طرح اس فن میں خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی۔ اس کی تصویریں بُری نہیں ہیں، مگر اس کے مزاحیہ خاکوں کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔

اس کی تعلیم اینٹ ورپ ڈسل ڈورف اور میونک میں ہوئی۔ اس کے بعد وہ کچھ عرصہ ایک مزاحیہ رسالے میں کام کرتا رہا۔ وہ انسانی کوتاہیوں اور کمزوریوں کا مستقل تماشائی ہے۔ غرور و تکبر اور دولت و اقتدار کی ہوس اس کے بے پناہ طنز کے تیروں کا نشانہ ہیں۔ وہ کسی صاحب ثروت یا صاحب اقتدار کو نہیں بخشتا اور ہر ظاہری بڑائی اور ہر کھوکھلے پن کا پردہ چاک کرنے پر تیار رہتا ہے۔ وہ طاقت اور حکومت کے سامنے بھی جھکنا نہیں جانتا۔ بسمارک جیسے مرد آہن کے زمانے میں اس نے حکومت کی سیاسی پالیسیوں کا مذاق اڑایا۔ مگر اس کی شہرت کا دارومدار ان نظموں اور خاکوں پر ہے جو بچوں سے متعلق ہیں۔ ان میں 'ماکس اور موریتس' اور 'پاکباز ہیلن کی مصیبتیں' مشہور ہیں۔ اسے بچوں سے محبت تھی۔ اس کی فنی دنیا میں ایک وہی ہیں جو ہر طرح آزاد ہیں۔ اس کے شعر اس کے خاکوں کے ساتھ مل کر اس کے طنز و مزاح کو اور بھی پُرلطف بنا دیتے ہیں۔ اس کا مزاح اکثر تمسخر کی حد تک پہنچتا ہے۔ مثال کے طور پر اس کی ایک چھوٹی سی نظم ہے:-

"جب میں اپنی نفسانی خواہشات پر قابو پا لیتا ہوں تو میں اپنے
آپ کو ایک بڑا فاتح محسوس کرتا ہوں لیکن جب کبھی وہ
مجھ پر قابو پا لیتی ہیں تو لذت یقیناً حاصل ہوتی ہے۔"

بُش کا ایسا کلام سن کر اکبر الہ آبادی یاد آتے ہیں:-

وصل ہو یا فراق ہو اکبر ۔۔۔ جاگنا ساری رات مشکل ہے

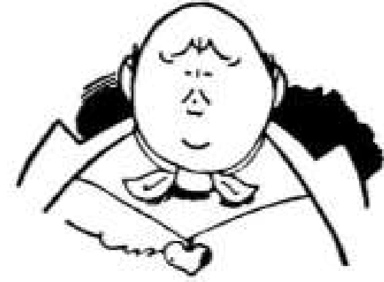
مجھے یقین ہے کہ اگر اکبر کا کلام جرمن زبان میں ترجمہ کیا جائے تو جرمنوں کو اس میں وہی مزا ملے گا جو بُش کے خاکوں اور نظموں میں ملتا ہے۔

بُش نے شادی نہیں کی۔ اس لحاظ سے اُسے "قصہ ایک کنوارے کا" لکھنے کا حق پہنچتا ہے۔ البتہ ابن انشا نے اپنے ترجمے میں جو گل کھلائے ہیں، وہ ان ہی کا حصہ ہے۔ ابن انشا اپنے سادہ، برجستہ اور بے تکلف مزاح کی وجہ سے ہمارے زمانے میں منفرد ہیں۔ ان میں اور ولہلم بُش میں ایک روحانی یگانگت ہے۔ البتہ تلخی اور کینہ و بغض کی جو جھلک کبھی کبھی بُش کے ہاں نظر آتی ہے، وہ اس سے بیگانہ ہیں۔ ان کا زیر نظر ترجمہ ایک مستقل ادبی حیثیت رکھتا ہے۔ مجھے امید ہے بلکہ توقع ہے کہ اس طرح کے اور ترجمے بھی ان کے قلم سے نکلیں گے اور ان کے ذریعے اردو کے ادبی ذخیرے میں اضافہ ہوگا۔

ممتاز حسن
(ستارۂ پاکستان)

۳۰ جنوری ۱۹۷۰ء

منزلیں

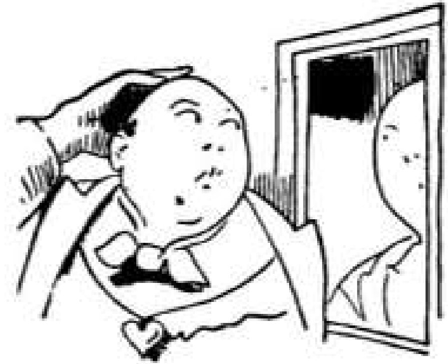


آخر سن چالیس ہوا

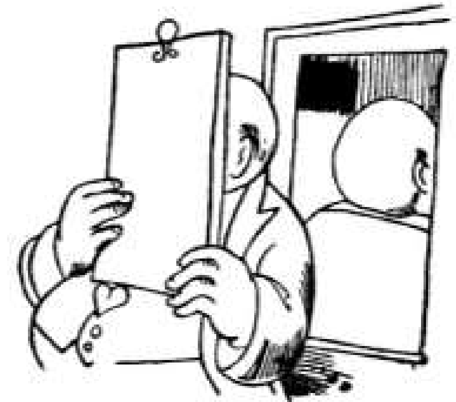
ایک تھے شخص مناف میاں
شادی کے تھے خلاف میاں
بیس ہوا، پھر تیس ہوا
آخر سن چالیس ہوا
جانے کس کے چیلے تھے؟
اب تک میاں اکیلے تھے
مشکل تھا اِنھیں سمجھانا
جُورو جاتا؟ نا نا نا... !"
بُو نصیبن — اک بی بی
ان کے گھر کی سب کچھ تھی



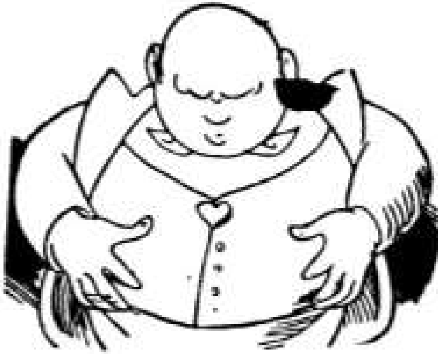
گھرداری کے تو ٹکڑے
اُس کے ذِمّے رہتے تھے
اِن کے کپڑے دھونا بھی
سینا اور پرونا بھی
کھانا اِن کا پکاتی تھی
باتیں اِن کو بناتی تھی
”سنتے ہو۔جی سنتے ہو؟
کب ہو گئے تم ایک سے دو
شادی کی تو اور ہی بات
باجا گاجا، توا پرات
عاقل کریں شتابی سے
ناداں کریں خرابی سے“



اُس دن تو ٹہلا دی بات
سُن لی اور اُڑا دی بات
آگے کے حالات سنو
اک دن کی اب بات سنو
دیکھا کیا آئینے میں ؟
ہوک سی اُٹھی سینے میں



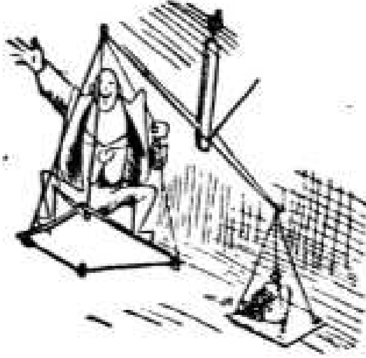
بولے خود سے منّاف میاں
آگا تو تھا صاف میاں
اب گُدّی کے پیچھے بھی
کیسی چٹیل ٹانٹ ہوتی
جیسے کانچ کا ہنڈا ہو
جیسے چیل کا انڈا ہو
سر تو کیرڑو لاگے ہے
پیٹ کچھ اس سے آگے ہے
جیسے راب کا مٹکا ہو،
بیل سے کدّو لٹکا ہو،



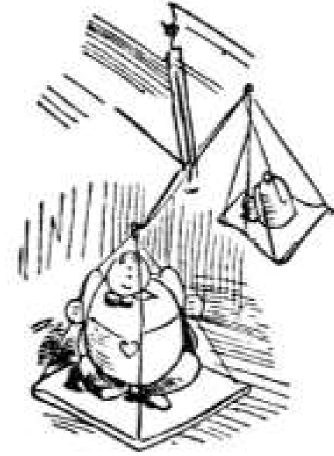


اب جو لگے یہ گھبرانے
سمجھایا اک دانا نے
کیوں تم خود سے بَیر کرو
بھاگو دوڑو، سیر کرو،
چورن بھی اک بتلایا
جبڑا قہرا کِھلوایا
گشت بھی حضرت کرنے لگے
ڈگ بھی لمبے بھرنے لگے
آتے تھے اور جاتے تھے
جاتے تھے اور آتے تھے





پورب کو اور پچھم کو
اُتر کو اور دکھن کو
جب کچھ ہاڑ اور پیر کھلے
ٹال پہ اِک دن جاکے تُلے
سیر سے تھا جو پیٹ پھٹا
دو پنسیری بوجھ گھٹا
یہ ایسے خورسند ہوتے
پھر سے گھر میں بند ہوتے



اب کے سستی اور بڑھی
پیٹ پہ چربی آن چڑھی
سیر کا نسخہ بھول گیا
پھر سے غباو پھول گیا

پھر وہیں پیٹ کو جب ناپا
پھر وہی ظالم موٹاپا



لوگ کہیں گے کون مناف؟

اک دن سوچ کے رونے لگے
اپنے دیدے کھونے لگے

ساری دنیا فانی ہے
آنی ہے اور جانی ہے

بے شک اک دن مرنا ہے
جگ کو خالی کرنا ہے

پر جو بیویوں والے ہیں
جن کے بچے بالے ہیں

اُن کا نام تو رہتا ہے
کوئی تو باپو کہتا ہے

ہم سے جورو بچے بِن
آج مرے کل دُوجا دن

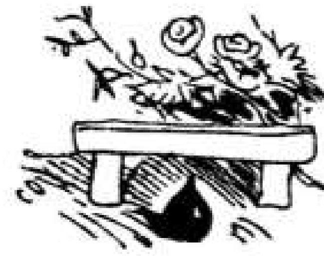
نام کی تختی بالکل صاف
لوگ کہیں گے "کون مناف؟"

دل جو اُن کا بھر آیا
کیا کیا آنسو ٹپکایا

سوچا اب تو شادی ہو
اِس گھر کی آبادی ہو

کب تک بیٹھے ہاتھ ملیں
اُٹھیں اور پردیس چلیں

دُور کریں ویرانی کو
لائیں گھر کی رانی کو



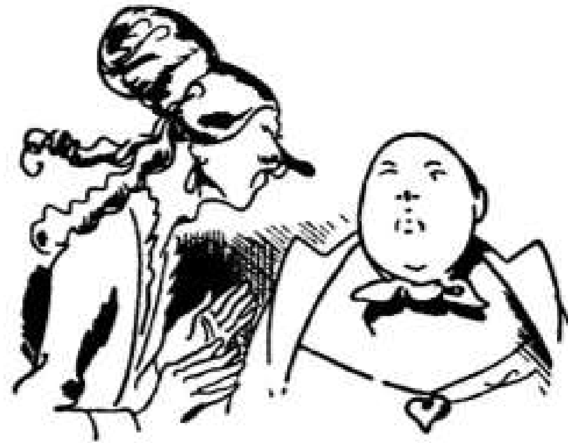
حُکم نصیبن بی کو ہوا
باندھو میرا رخت بُوا
اک تھا چھاتا میلا سا
اک کرچ کا تھیلا سا
اک تھی بوتل دارُو کی
آنسو پیئے نصیبن بی
بولیں۔"اچھا جاتے ہو؟
دیکھیں پھر کب آتے ہو"





بی بی جی کے کوُچے میں

ایک حسینہ ہرجائی
نام تھا جس کا گل بائی
اِن کے من کی رانی تھی
لیکن بات پرانی تھی
اِن کو اُس نے چھوڑا تھا
اَوروں سے رشتہ جوڑا تھا
پھر بھی دل کے صاف میاں
بدھو میاں، مناف میاں
یاد اُسی کو کرتے تھے
ٹھنڈی آہیں بھرتے تھے

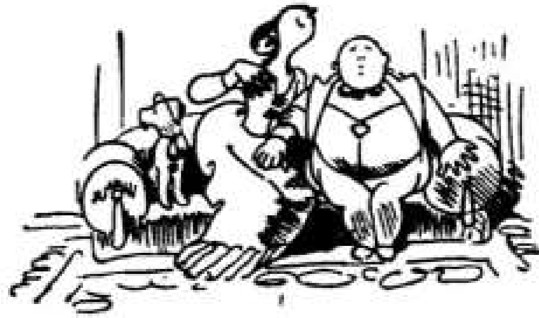


اک تصویر جوانی کی
اپنے من کی رانی کی
کب سے، کتنے سالوں سے
جیب میں رکھے پھرتے تھے
سب سے پہلے گھر سے نکل
بولے — اے دل سر کے بل
پہلے کوچۂ یار میں چل

ہاں پھر اُس کی دید کریں
وحشت کی تجدید کریں
اپنے تو وہ خیال میں ہے
دیکھیں خود کس حال میں ہے

شوق کے گھوڑے پر اسوار
پہنچے حضرت مارا مار
اپنے پی کے کوچے میں
بی بی جی کے کوچے میں
آنکھوں میں تھے خواب لیے
جی میں سوال و جواب لیے
یہ یہ باتیں بولیں گے
چاہت کا رس گھولیں گے
جی کے داغ دکھائیں گے
بجھتے دیپ جلائیں گے





آخر اُس کا گھر آیا
آپ نے کُنڈا کھڑکایا
باہر نکلی اک مائی
کون؟ ارے رے۔ گُل بائی؟

جہاں کھڑے تھے، تھم سے گئے
دیکھ کے اُس کو جم سے گئے
عشق اِن کا تصویری تھا
اُس پر عالم پیری تھا

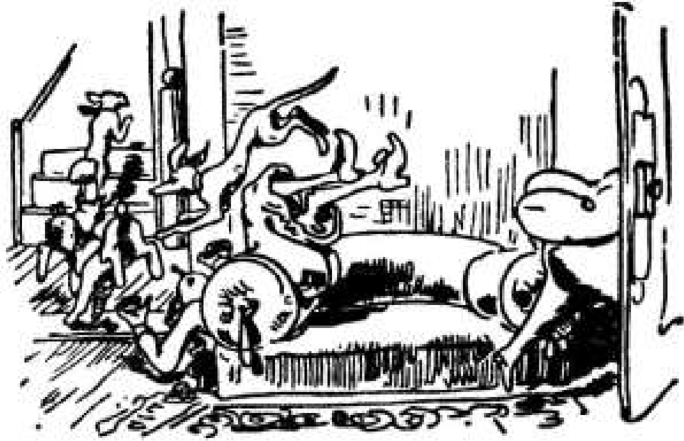


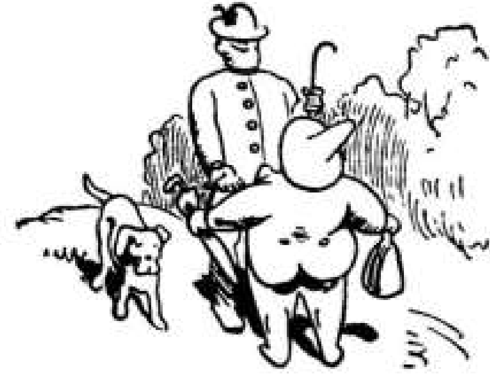


وہ تو عجب خورسند ہوئی
گھگی اِن کی بند ہوئی
وہ تو پیار جتاتی تھی
بڑھ بڑھ آگے آتی تھی
اِن کے سب اوسان خطا
رُوح خطا اور جان خطا
آخر اِن کے .بچنے کے
قدرت سے سامان ہوتے
اِن کے پاس جو بیٹھا تھا
کُتّا اِن کی لیلیٰ کا

دیکھ کے اُس کو در آتے
کتّے اور بھی گلیوں کے
وہ جو یک دم چڑھ دوڑے
بھَوں بھَوں کرتے بڑھ دوڑے
باہم ایسی جنگ پڑی
عشق کے رنگ میں بھنگ پڑی

رستہ پاکر صاف میاں
بھاگے میاں، مناف میاں





بھابی سے تمھیں ملوائیں

آگے کا اب حال سنو
کرکے ذرا خیال سنو
آپ نے اپنے جی سے کہا
چلتا جا بھئی چلتا جا
دُور ان کھوٹے یاروں سے
محبوبوں سے، پیاروں سے
را را را را ـــ ری ری ری
آگے پھر اک بستی تھی



ان کو وہاں اک شخص ملا
کوئی پرانا ساتھی تھا
ڈنڈا اپنے ہاتھ لیے
کتا اپنے ساتھ لیے
دیکھ انھیں خورسند ہوا
خاطر کا پابند ہوا
بولا ۔ میاں مناف کدھر؟
آؤ چلو ہمارے گھر



کھانا وانا کھلوائیں
بھابی سے تمھیں ملوائیں
لیکن وہ جو بھابی تھی
سو تالوں کی چابی تھی
ان کو وہ ٹہلاتی تھی
اپنے دوست بلاتی تھی
آج بھی گھر میں بیٹھا تھا
ایک کہیں کا مسٹنڈا



اِن کو وہاں اک شخص مِلا
کوئی پرانا صاحب تھا
ڈنڈا اپنے ہاتھ لیے
کُتّا اپنے ساتھ لیے
دیکھ انھیں خورسند ہوا
خاطر کا پابند ہوا
بولا۔ میاں مناف کدھر؟
آؤ چلو ہمارے گھر



کھانا وانا کھِلوائیں
بھابی سے تمھیں مِلوائیں
لیکن وہ جو بھابی تھی
سو تالوں کی چابی تھی
ان کو وہ ٹُھلاتی تھی
اپنے دوست بلاتی تھی
آج بھی گھر میں بیٹھا تھا
ایک کہیں کا مسٹنڈا

سنتے لاف و گزاف میاں
اپنے میاں، مناف میاں
اُٹھتے بڑی خرابی سے
رخصت ہوتے شتابی سے





دانش خاں کے دوارے پر

کپڑے وپڑے جھاڑ سنبھل
چل سو چل اور چل سو چل
اب کے جن کے در پہنچے
پوچھتے پوچھتے گھر پہنچے
پڑھتے اور پڑھاتے تھے
پیتے اور پلاتے تھے

بیٹھے تھے وہ میز لگا
بیٹے کو آگے بٹھلا
دیکھ کے یار پُرانے کو
اُٹھے گلے لگانے کو
دانشؔ خاں تھا نامی نام
بیٹا اُن کا نافرجام
بولے اُس سے جا بیٹا
مَے کی بوتل لا بیٹا
چابی لے تہ خانے کی
جلدی بھی کرجانے کی





دیکھ چچا کی خاطر کر
ٹوں تو میاں مناف کدھر؟"

بیٹا جی تھے بڑے چلنت
چابی لے کے گئے تُرنت
موقع پاکر بوتل کھول
آدھی پی لی مے انمول





پُر کر کے پرنالے سے
پانی بارش والے سے
آتے ، بیٹھے ، کیا سلام
بھر کر بیٹھے دونو جام





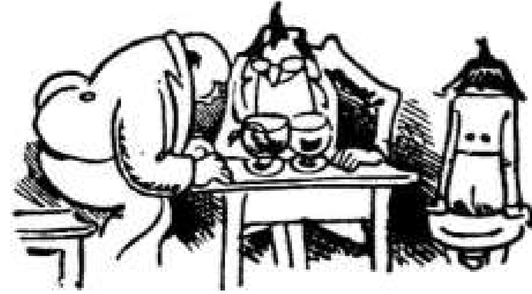
جام میں تھا کچھ کالا سا
کالا سا ، مٹیالا سا
کیا منافف میاں نے غور
دیکھا جام کو جُھک کر اور
پرنالے کی مٹی تھی
یا کچھ بیٹ کبوتر کی





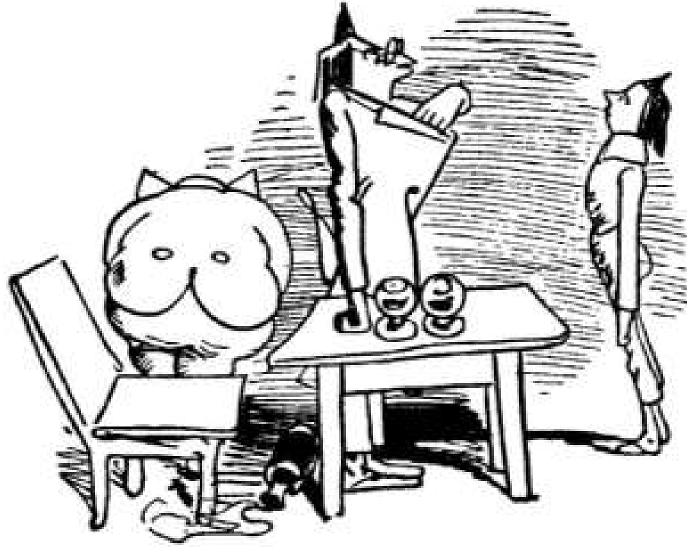
اتُو بولے — "بیٹا جان!
یہ کیا شے ہے نافرمان؟"
جا کر ذرا اُجالے میں
اور انڈیلی پیالے میں





اب کے گُل کچھ اور کھِلا
زندہ بچہ چڑیا کا؟
اب تو کھینچے ڈنڈا تان
"اُے شیطان — ارے شیطان





ٹھہر ذرا موذی ملعون
پیتا ہوں میں تیرا خُون
تیری فطرت میں ہے فتور
جا نظروں سے ہو جا دور
دیکھ کے میاں مناف یہ حال
رکھسکے واں سے دُلکی چال





لڑکا تھا اک بڑا شریر

در در سے محرُوم گئے
نگری نگری گھوم گئے
آخر اِسی جھمیلے میں
پہنچے یہ اک میلے میں
میلوں کی تو یہی ہے ریت
باجے گاجے گانے گیت



خود کو راجہ اِندر جان
یہ بھی ناچے سینہ تان
آخر آ کر بیٹھ گئے
جام چڑھا کر بیٹھ گئے
لڑکا تھا اک بڑا شریر
دُنیا بھر جس سے دلگیر
اُس کے جو کھُجلاتے ہات
اُس کو سوُجھی دُور کی بات



ڈال کے تار دریچے سے
کھینچ لی کرسی نیچے سے





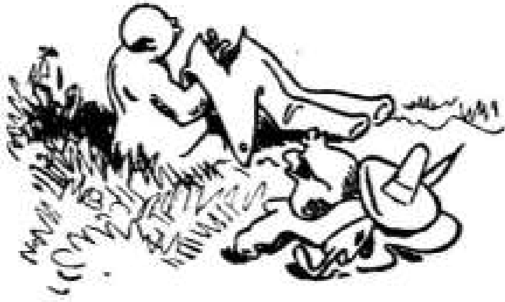
بھاگ گیا خود تو ملعون
پھٹ گئی حضرت کی پتلون
دیکھ کے ہوا خلاف میاں
بکتے لام اور کاف میاں
کھسکے واں سے مناف میاں





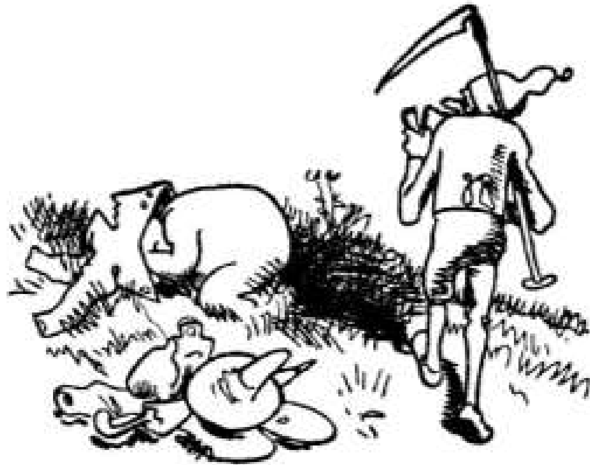
تال کے ٹھنڈے پانی میں

آگے ایک چراگہ تھی
خاصا عالمِ تنہائی
بیٹھے سوئی دھاگا لے
سینے چاک میاں کے
پاس سے گزرا کوئی کسان
بن گئے یہ یکسر انجان



بس اِتنا سامان کیا
سر آنکھوں کو ڈھانپ لیا

پیچھے اُس کی بی بی تھی
اب کچھ اِن کو فِکر ہوئی





ڈھانپیں تن کا سرمایا
آخر چھاتا کام آیا
بیٹھے پھر سے ہو یکسو
کرنے کو پتلون رفو





اب کے گُل کچھ اور کِھلا
آنکھ اٹھا کر کیا دیکھا ؟
دو بچیاں، اک استانی
بٹ بٹ اِن کو تکتی ہوتی





جی میں اُن کے یہ ہوگا
دیکھیں چل کر پاس بھلا
کون یہ ننگا باوا ہے
آدمی ہے کہ چھلاوا ہے
جب وہ ذرا قریب آئیں
دیکھ کے اُن کی پرچھائیں
شرم آئی عُریانی میں
تال کے ٹھنڈے پانی میں
کُود پڑے یہ ننگ دھڑنگ
اپنے آپ سے آکر تنگ



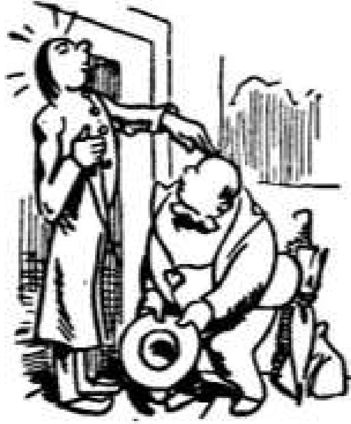
جب یہ تیگڑام دُور ہوتی
جانے پر مجبور ہوتی
آپ بھی اس جوہڑ سے نکل
بورے اے دل چل سو چل





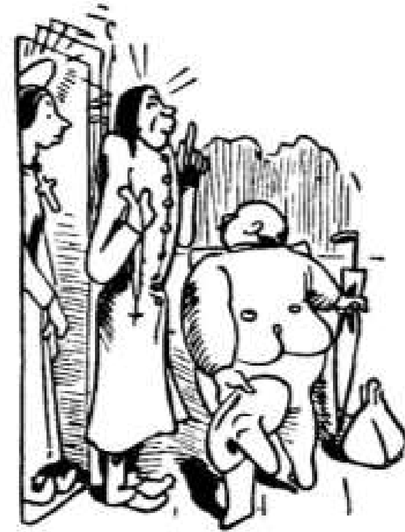
یوں تو گھر یہ تمہارا ہے

مُلک خدا کا تنگ نہیں
پاؤں گدا کا لنگ نہیں
جن صاحب کے گھر میں یہ
پہنچے ایک نگر میں یہ
یار اِن کے کہلاتے تھے
بابل نام بتاتے تھے



بولے اُن سے مناف میاں
"بات کہوں میں صاف میاں!
گھر میں مجھے ٹھکانا دو
پانی دو اور کھانا دو"
بابل بولے۔ "ہوں ہوں ہوں
میں بھی سچّی بات کہوں؟
یوں تو گھر یہ تمہارا ہے
کیا کہنے کا یارا ہے
لیکن لیکن میری جان
آج تو گھر میں ہیں مہمان

ایک ہمارے صوفی جی
جن کی عادت تنہائی
کھانا بھی تمہیں کھلواتے
پانی بھی تمہیں پلواتے
تم تو اُلٹے وقت آتے
ہم ہیں دو دن روزے سے
آج ہے یوم استغفار
کل ہے بخشش کا تہوار



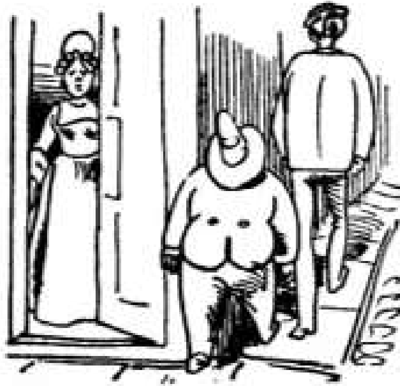
اور — ارے رے ظُلم ہوا
بیگم نے بھی دیکھ لیا
بھاگو بھاگو کرد یقیں
ہم دونو کی خیر نہیں"
دیکھا جب یہ دوست کا حال
رکنے کا کیا رہا سوال
حضرت جی سہلاتے پیٹ
چل دیے آگے کان لپیٹ



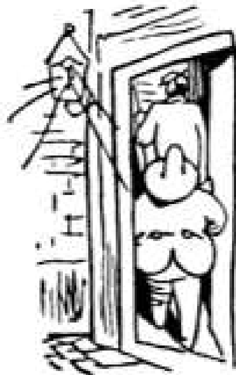


یار پُرانے دل خوش خاں

آگے کا اب حال سنو
کر کے ذرا خیال سنو
اب کے جن کے در پہنچے
پوچھتے پوچھتے گھر پہنچے
نام تھا اُن کا دل خوش خان
بیوی اُن کی طمنچہ جان
باہم ان میں چاؤ بہت
ظاہر میں تو لگاؤ بہت



دل خوش خاں نے فرمایا
"بیوی یہ ہے دوست مرا
ہوٹل تک بس جانا ہے
کھانا اِسے کِھلانا ہے
اِس میں نہ ہوگی دیر ذرا
ہاں ابھی آیا ـــــ ٹا۔ٹا۔ٹا"





یہ اک اچھی جاتے تھی
ہوٹل تھا کہ سراتے تھی
عیش کے تھے سامان سجے
کھانے کے تھے خوان سجے
باجا پ اُگلتے تا ہیں تھیں
رنگا رنگ شرابیں تھیں





یوں بھی بڑے مراسم تھے
اُن کے ہوٹل والی سے
دل خوش خاں نے فرمایا
یہ بھی لا اور وہ بھی لا
مُرغا ہو اور چُرغا ہو
کھیر ہو اور پراٹھا ہو

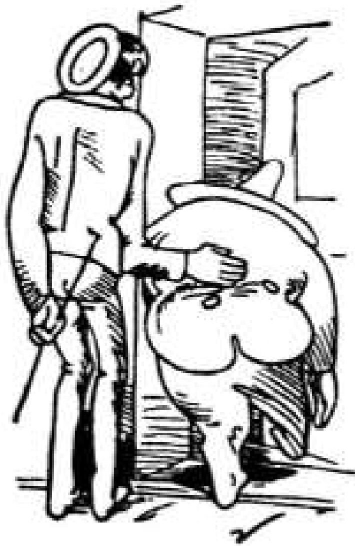


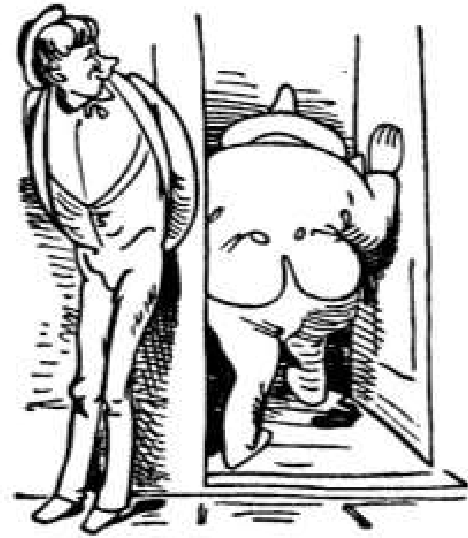
کُرسی تھی اک خالی بھی
بیٹھ کے ہوٹل والی بھی
اُن کا ہاتھ بٹانے لگی
قہقہے نرم اُڑانے لگی
پھر جو دَورِ جام چلا
سب کو خُوب مزا آیا
اور بھی پیچھے پردے کے
کچھ کچھ راز و نیاز ہوگئے
اُن کا تو کیا ذکر کریں
اب کچھ بِل کی فکر کریں



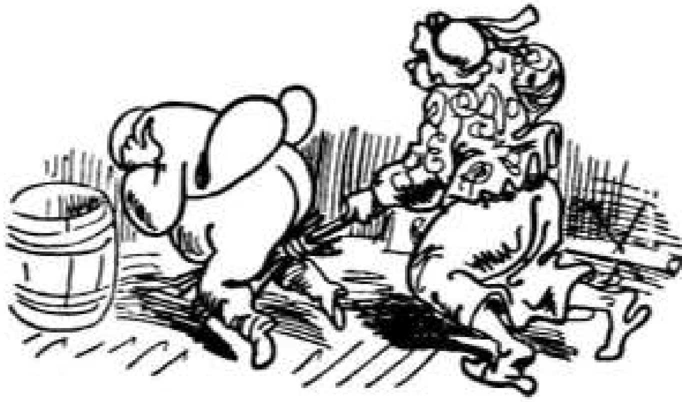


حضرت دل خوش خاں نے کہا
"میں تو پیسے بھول آیا
فرق ہی کیا ہے۔ ہاں، ہاں، ہاں
دے دو تم ہی' مناف میاں"





خیر سے آدھی رات گئے
گرتے پڑتے گھر آتے
دل خوش خاں کو تھا یہ خیال
کیسا ہوگا استقبال
کُنجی کا سوراخ ٹٹول
حضرت نے دروازہ کھول
بُرا بھلا سب تول اور ناپ
کہا مناف سے "پہلے آپ'
پہلے آپ جی' پہلے آپ"



اندر کا اب سنو بیان
بی بی — یعنی طمنچہ جان
جانے کب کی بیٹھی تھی
چپکی دبکی بیٹھی تھی
حملے کا سامان کیے
بیلن جھاڑو لٹھیا لے
یہ تھے اپنے مناف میاں
اس نے جان کے دل خوش خاں
جھاڑو کا اک وار کیا
اور یہ استفسار کیا

گالیاں دے کر لا محدود
پھر پی آیا اے مردود؟
تیری آنکھیں پھوڑ نہ دوں؟
تیری ٹنگڑی توڑ نہ دوں؟
دوں اک اور بیٹے کا ہاتھ؟
کہاں بتا دی آدھی رات؟

آگے یہ اور پیچھے وے
اللہ دے اور بندہ لے



ایسا وار پہ وار کیا
بالکل ہی ہموار کیا
آنکھ بچا کر دل خوش خاں
گھس گئے اندر اور یہاں
اُن کا مٹھاں زیر و زبر
کوڑے کی اک ڈھیری پر

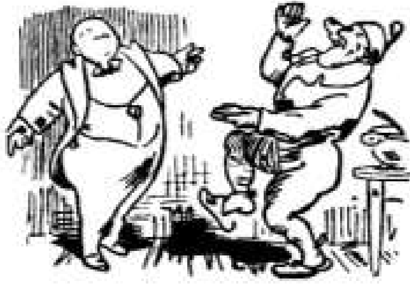
آخر میاں مناف نڈھال
جوتا ٹوپی بگڑے حال
چل دیے آگے لنگڑاتے
دُکھتی چوٹیں سہلاتے





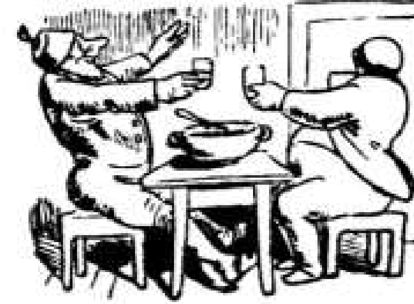
آ گئے مرزا برخوردار

چلتے چلتے چلتے ہوئے
آ گئے ایک بزرگ ملے
موڈ میں پینے کھانے کے
موڈ میں جشن منانے کے
یہ بھی میاں مناف کے یار
نام تھا مرزا برخوردار
دیکھ کے ان کو ناچ اٹھے
بولے، "اچھے وقت آئے



مرگئی مرگئی وا بھئی وا
جورو سے چُھٹکارا مِلا
وہ رہا اِس کا زندہ ثبوت
وہ رہا ظالم کا تابوت
اب نہیں اُس کا خوف ذرا
لے مرے بھائی پی اور کھا





مُورکھ پَن سے کام نہ لے
شادی کا کبھی نام نہ لے
بڑی ہی ظالم عورت ذات
مرد کی نوکر کی اوقات
پرچیں لا اور پیالے لا
مرچیں اور مسالے لا
جمچہ لا اور ساڑھی لا
بیچ کے اپنی داڑھی لا

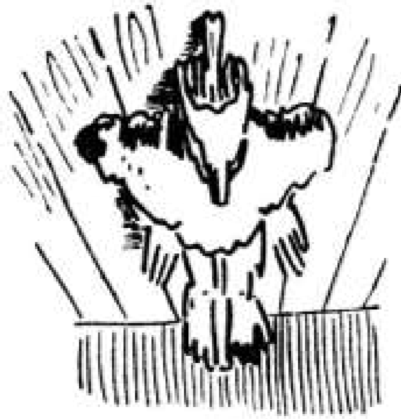




گہنا لا اور پاتا لا
سبزی لا اور آٹا لا
اِس پر اُس کی چیں چیں چیں
جیب کسی دم بند نہیں
شادی اک بیگار میاں
اس میں عیب ہزار میاں
نادانوں کا کھیل کہو
ساری عمر کی جیل کہو
خیر سے ہم آزاد ہوتے
شاد ہوتے آباد ہوتے

شکر اور چین دوبارہ مِلا
جورو سے چھٹکارا مِلا
آج ہمارا جی خورسند
سارے جھگڑے رگڑے بند
لے مرے بھائی پی اور کھا
لے مرے بھائی عیش اُڑا
ساری فکریں، پرے پرے
لیکن یہ کیا؟ ارے ارے
کھول لیا اِس نے تابوت؟
بیگم ہے یا اُس کا بھوت؟





موت نہیں تھی سکتا تھا؟
لینا مجھ کو۔ میں تو چلا"

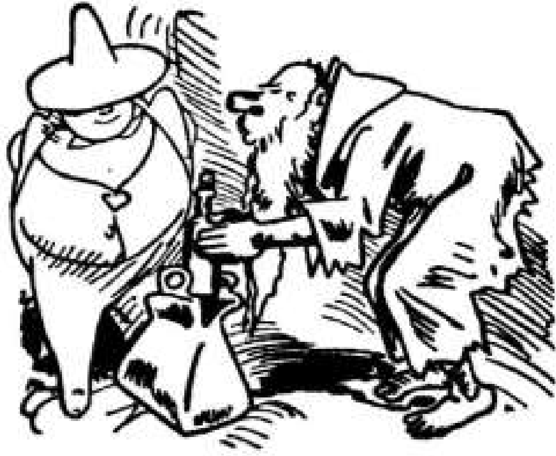
وہ جو تھے اِتنے شیر ہوتے
غش کھایا اور ڈھیر ہوتے
دیکھ کے میاں مناف یہ خیال
بھاگے اب کے سرپٹ چال





نام تھا جن کا میاں جھڑوس

نگری نگری کیا طواف
آخر اپنے میاں مناف
مایوسی کی بھرتے آہ
نکلے ایک پہاڑ کی راہ
ایک پُرانے دقیانوس
نام تھا جن کا میاں جھڑوس
داڑھی تھی جوگی کی جٹا
گرتا تھا پیچھے سے پھٹا



ایک گگر پر بیٹھے تھے
دیکھ کے اِن کو بول اُٹھے
آے مرے بھائی کہاں چلا
اک دو گھونٹ پلاتا جا،

صابن وابن ہمیں حرام
کنگھے سے کیا ہم کو کام
بستی چھوڑی ہوتے فقیر
ہم ہیں دُنیا سے دلگیر

لے لے باباجی کی دُعا
اک دو گھونٹ پلاتا جا

کپڑے وپڑے سبھی فضول
یہ سب باتیں اُول جلُول
جوتے سے کیا اپنا جوڑ
ٹوپی کی بھی باتیں چھوڑ
بوتل لا بھئی بوتل لا ،
اک دو گھونٹ پلاتا جا



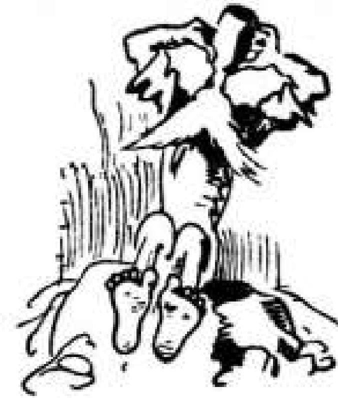


دنیا داروں کے جنجال
چہرے، مُہرے، آنکھیں، بال
روپ سروپ جدائی پیت
دنیا جن کے گاتے گیت
سب کچھ دیکھ سن چکے بابا
اک دو گھونٹ پلاتا جب



جگ میں ایک ہی ناری تھی
وہ جو اپنی پیاری تھی
ہاتے رہے وہ متوارے نین
اُس بن اپنا دل بے چین
اُس کی یاد جگاتا جب
اک دو گھونٹ پلاتا جب

داڑو داڑو سبھی نچوڑ
بوتل ووتل پھینک اور چھوڑ
بابا جی تو فین ہوتے
یہ حضرت بے چین ہوتے



حضرت کون ؟ مناف میاں
بولے ۔ "یہ تو ہے صاف میاں
ہم نہ لگائیں ایسے روگ
ہم کو نہ بھائیں جوگ بجوگ
سب کی چوکھٹ چوم چکے
پورب پچھم گھوم چکے
اپنی خیر منائیں میاں
واپس گھر کو جائیں میاں"



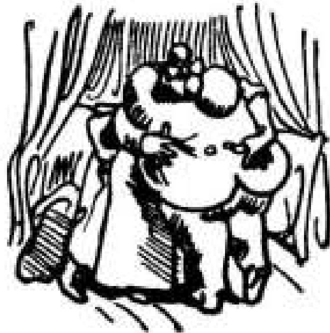


خیر سے بدھو گھر آتے

دیر سے آتے ، پر آتے
خیر سے بدھو گھر آتے
اپنی بستی، اپنا گھر
آندھی مینہ کا اب کیا ڈر
جھانکا در سے ٹیڑھے ہو
دیکھا بُوا نصیبن تو
بستر اِن کا بناتی تھیں
تکیے اس پہ جماتی تھیں



ان کو جو اُن پر پیار آیا
یک دم ہی سینے سے لگا
بولے۔ "آج سے ہم تم ایک"
کہنے لگیں۔ "ارادہ نیک"
بولے۔ "تو پھر رہے نکاح"
بولیں۔ "یہ بھی خوب صلاح"
کہا — "بلائیں قاضی جی؟"
بولیں — "ہم تو راضی جی"



آگے کی تم جانو بات
باجے گاجے اور بارات
بنے بنی کا جی خورسند
پردے کھینچ کے بتی بند
شادی انہیں مبارک باد
لوگو تم بھی رکھیو یاد
عاقل کریں شتابی سے
ناداں کریں خرابی سے



